بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انقلابِ کابل

مغربی اُفق کی سُرخی

افغانستان میں خونریز فوجی انقلاب آگیا، انقلاب کی خون آشامیوں کی شدت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ قرب و جوار ہونے کے باوجود اب تک افغانستان کے حالات مبہم اور غیر واضح ہیں کوئی نہیں جانتا کہ انقلاب اپنی جلو میں کونسی تبدیلیاں لاچکا ہے۔ اور وہاں کے دین پر مرمٹنے والے غیور مسلمانوں پر کیا گذر رہی ہے۔ مگر اتنی بات واضح ہوچکی ہے کہ انقلابی ٹولے کا تعلق کمیونسٹوں سے ہے، انقلاب اپنے ساتھ خون اور آگ کا طوفان لایا، کشت و خون کا بازار گرم ہوا، لاشوں کے پشتے لگ گئے برسرِ اقتدار طبقہ کو چن چن کر گولی کا نشانہ بنایا گیا، یہ بربریت اور تشدد بے ترسی اور بہیمیت اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ انقلاب سرخ انقلاب ہے، اشتراکی انقلاب جہاں بھی آیا اپنے ساتھ یہ سب کچھ لیکر آیا، اس لئے کہ جس نظام میں انسان کی انسانی اور اخلاقی قدروں کا کوئی مقام نہیں نہ اس کے ہاں تاریخ کی کوئی روحانی پاکیزہ نظریاتی تعبیر ہے۔ اُس نظام کو نظریاتی طور پر کسی ملک میں قدم جمانا اس وحشت و بربریت رعب و دبدبہ اور ظلم و فساد کے بغیر ناممکن ہے، اشتراکی انقلابات کا موازنہ دیگر انقلابوں سے کر لیجئے تو آپ اتنا ہی فرق پائیں گے جتنا کہ خود انسانیت اور بہیمیت کا فرق ہے۔ افغانستان کے عوام کی دینی صلابت، اسلام سے اٹوٹ دیرینہ وابستگی قدیم اقدار و روایات سے مستحکم رشتہ علماء و مشائخ کے اثرات ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بظاہر یہ انقلاب ایک حیرتناک ناگہانی دھماکہ سا لگتا ہے مگر یہ ایک سطحی بات ہوگی۔ اس خوش فہمی نے یا احساس مسئولیت کے فقدان نے عالمِ اسلام بالخصوص عالمِ عرب کو بھی افغانستان کے بارہ میں مجرمانہ تغافل میں ڈالے رکھا، اور یہ کہنے میں باک نہیں کہ عالمِ اسلام نے افغانستان کو بہت حد تک نظر انداز کئے

رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا، برطانوی استعمار اور امپیریلزم کے ہر دور میں افغانستان دنیا کی بڑی طاقتوں کا نشانہ بنا رہا مگر یہاں کے مومن اور غیور باشندوں نے استخلاص وطن حریت دین ومذہب کی حفاظت میں ایک ایسا طویل معرکہ سر کیا جس کی نظیر اقوام عالم میں مشکل ہے اور جو پچھلی ڈیڑھ دو صدیوں پر محیط تھا دشمن اسلام اقوام اور تہذیبوں سے نفرت کی شدت کہئے کہ افغانستان نے اپنے اوپر عصر جدید کی وہ تمام ترقیات بھی حرام قرار دیئے تھے جو مغرب کی سائنسی ٹکنالوجی اور تعلیمی محیر العقول انقلابات کے ذریعہ ساری دنیا اور اسلامی ممالک میں پذیرائی پا رہے تھے۔ پھر جب عالم اسلام نے غلامی کے طوق اتار پھینکے اور صنعتی میدانوں میں بے بس اور پسماندہ محسوس کیا، اب کابل نے صدیوں کے جمود کو ایک ہی وار میں توڑنا چاہا اور جیسا کہ جمود وغفلت میں بے اعتدالی تھی، عصر حاضر کی ترقیات اور چمک دمک کی چکا چوند میں بھی اعتدال کے دامن ہاتھ میں قائم نہ رکھ سکا، یورپین تہذیب وتمدن کی اچھائیوں سے زیادہ برائیوں کا مال غنیمت اس کے حصہ میں زیادہ آیا کابل شہر کے موجودہ تمدن کا افغانستان کے اطراف واکناف کی بستیوں کے تصلب ایمانی اقدار اور قومی روایات سے وابستگی سے موازنہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ ملک صدیوں کی مسافت ایک ہی گام میں طے کرنے کے درپے ہے۔ بہرحال ایسے تاریخی عوامل اور حالات میں اور افغانستان کی اہم ترین جغرافیائی نزاکتوں کے پیش نظر پورے عالم اسلام کا فریضہ تھا کہ اسے خصوصی توجہات میں رکھتا کہ اسکی ترقی پذیر ضرورتیں اور تقاضے دیگر اسلامی ممالک سے زیادہ توجہ طلب تھے، ملت مسلمہ کو ایک ہی جان اور ایک ہی جسم قرار دیا گیا ہے، مگر جسد واحد کی جان اور روح ہی جب جسم کو چھوڑ دے تو جسم کے مختلف اعضاء باہمی ارتباط کب تک قائم رکھ سکتے ہیں، اسلامی ممالک کے یہ اعضا اپنے اپنے طور پر اتنے آلام واسقام کا شکار ہیں کہ اوروں کی خبر لینے کی فرصت کہاں؟ افغانستان کے فوجی انقلاب نے ایک بار پھر مسلمانوں کے ان نام نہاد ترقی پسند حکمرانوں اور لیڈروں کو سبق دیا ہے جو ہوس اقتدار میں قومی وملی مفادات سے اندھے ہو کر کمیونسٹوں مقدمہ الجیش بن جاتے ہیں، سردار داؤد نے تخت اقتدار کی خاطر اپنی ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھ لیا اور ۱۹۷۳ء میں اسی بل بوتے پر اپنے خاندان سے غداری کے مرتکب ہوئے اسکی خاطر اشتراکیت کے سرخ انگاروں کو بھڑکنے کی کھلی چھٹی دی اور یہ جنگل کی آگ جب

قابو سے باہر ہوگئی تو سب سے پہلے وہ خود اس آگ کی ایندھن بن گئے۔ وتلک الایام نداولہا بین الناس۔

○

مگر اب سوال ان ممالک کا ہے جن کی سرحدات افغانستان سے ملی ہوئی ہیں، اگر یہ سرخ انقلاب خدانخواستہ آگے چل کر بلخ وہرات، کابل اور جلال آباد میں بھی سمرقند و بخارا کا سبق دہرانے کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ ولا فعلہا اللہ۔ تو پھر پاکستان اور ایران جیسے کابل کے پڑوسیوں نے اس آگ سے اپنے تحفظ کے بارہ میں کیا کرنا ہے۔؟ اگر خطرہ سر پر آگیا ہے۔ اور ہمارا مغربی افق سرخ ہو چکا ہے تو اس کا اوّلین نشانہ پاکستان اور بالخصوص اس کے سرحدی علاقے بن سکتے ہیں۔ اس آگ کا مقابلہ توپ و تفنگ سے نہیں نہ خون خرابے سے بلکہ بہترین تدبیر، اور منظم منصوبہ بندی سے ہو سکتا ہے۔ اس غیر نظریاتی ظالمانہ سیلاب کا سامنا نظریاتی انقلاب کر سکتا ہے، مادیت کو ایمان و یقین سے شکست دی جا سکتی ہے۔ اگر پاکستان کو بچانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں عملاً وہ نظریاتی اسلامی انقلاب برپا کرنا ہوگا جس کا نعرہ ہم پچھلے چالیس سال سے سنتے آرہے ہیں۔ اور جس کی لئے میں پچھلے ایک سال سے نہایت گرمی آگئی ہے، مگر قول و عمل کے تضاد اور عملی پیش رفت میں ہمارا درجۂ انحطاط صفر تک پہنچ چکا ہے۔ اگر ہم نے فوری اور حقیقی معنوں میں اس ملک کو ایک نظریاتی مستحکم اسلامی ریاست نہ بنایا تو مقصدیت اور نظریاتی تشخص سے خالی کوئی بھی ملک کسی وقت بھی غیروں کے لئے نوالۂ تر بن سکتا ہے۔ اگر افغان حکمرانوں نے ملوکیت کی مستبدانہ زنجیروں میں وہاں کے علماء اور مشائخ کو جکڑا نہ ہوتا اور نہ اظہارِ حق اور حریت فکر اسلامی کے تمام راستوں پر پہرہ بٹھایا ہوتا اور ایک غیور اسلامی ملک سے عملاً شریعت کو ملک بدر نہ کیا ہوتا تو آج اسے یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا۔

—— الغرض کابل کا المیہ پورے عالم اسلام کو دعوت فکر دے رہا ہے۔ وہاں کی ۹۵ فیصد دیندار متصلب اور متدین اکثریت مسلمانوں کے اس انبوہ کو دیکھ رہی ہے جو دنیا میں ایک ارب سے زائد تعداد میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور جسے اپنے آپ کو پہچاننے کی توفیق نہیں ہو رہی۔